☆ڈاکٹر کریم ملک

اسلامی ورثہ کے فروغ و تشخص میں ملتان کا کردار

جنوبی پنجاب میں صرف پانچ دریا ہی نہیں ملتے بلکہ پنجند کے مقام پر مسلم تہذیب ثقافت کے انمول خزانے "اُوچ شریف" کی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔جنوبی پنجاب تین ڈویژن پر مشتمل یعنی ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان کے وسیع وعریض خطہ پر آباد ہے مادی، معدنی، زرعی اور افرادی قوت سے مالا مال بھی ہے مگر اس خطہ کی اصل پہچان و تشخص یہاں کے وہ علمی ورثے اور فکری اثاثے ہیں جو اس خطہ کو ایک نمایاں امتیازی حیثیت مہیا کرتے ہیں۔ یہاں تاریخ کے ان گنت قافلے، عرب و عجم سے فکر و نظر کے حامل وہ قدسی صفات بزرگ نظر آتے ہیں۔جنہوں نے اس کفر و شرک کے گڑھ کو پاک صاف کیا۔ پیچیدہ طرز زندگی میں آسانی اور ذات پات میں الجھے ہوئے افراد کو شرفِ انسانیت سے روشناس کرایا۔ تمیز بندہ و آقا سے بے نیاز کیا اور ان کو خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے واقف کرایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو غلام نہیں بنا سکتا۔ان ارفع و اعلیٰ تعلیمات کا اعجاز تھا کہ یہ خطے اولیائے عظام کی تبلیغ اور اصلاحی تحریکوں سے ایسے متاثر ہوئے اور یہاں اسلام کا ایسا غلبہ ہوا کہ پورے برصغیر میں حقانیت اسلام کی قندیل روشن ہو کر چہار سو ضیاء ہوئی۔انہی خطوں میں ایک خطہ ملتان ہے جہاں آج بھی اسلامی تہذیب کے نقوش زندہ ہیں۔اور وہ علوم و فنون تازہ ہیں جو مسلم تہذیب کی اصل روح ہیں مگر اسلامی ورثہ کی یہ شکل ہمارے تغافل کی نظر ہو رہی ہیں۔سو دیوار شکستہ کے نقش و نگار اور یہ دھندلے آثار وہی غور و فکر کی تعلیم دے رہے ہیں کہ ہمیں انہیں کیسے محفوظ کرنا ہے اور ان علوم و فنون، تجربات کو کیسے نئی نسل تک منتقل کرنا ہے جو ہماری

☆چیئرمین شعبہ ابلاغیات بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

اقتداء آئندہ کی بقا اور من حیث القوم شناخت ہے۔

جنوبی پنجاب کے ضلع بہاولپور میں اوچ شریف جو بہاول پور سے ۴۰ میل اور ملتان سے ۸۵ میل کے فاصلے پر پرانی اسلامی تہذیب کے خدوخال سمیٹے ہوئے آج بھی تعمیر کے فن اور محرابوں اور عمودی طرز کے ستونوں کو محفوظ کیئے ہوئے ہے۔ مائی جوندہ کا مزار، حضرت جلال الدین سرخ بخاری اور حضرت پیر پپو جہاں گشت کے مزارات ان گنت تعمیراتی حسن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اسی طرح قلعہ دراوڑ، قلعہ موج گڑھ، بہاولپور کی قدیم عمارات محل، باغ، فوارے مسلمانوں کے سوز دل اور ذوق تعمیر کی عکاسی کرتے ہیں۔ چولستان کے وسیع خطہ میں حضرت خواجہ غلام فرید کی آفاقی شاعری، فطرت کی عکاسی اور ریگستان کے حسن اور صحرائی طلسم اور انسانیت سے لگاؤ کی داستان رقم کررہی ہیں۔ اسی طرح ڈیرہ غازی خان میں حضرت غازی خان کے مزار، حضرت سخی سرور، حضرت دائرہ دین پناہ، لال عسین کروڑ میں بزرگان دین کے مقابر حضرت خواجہ غلام حسن سواگ کے مزار کے میلے، ٹھیلے لیہ اور اس کے اردگرد قائم قصبات میں زندگی کے عزم و نظم کا پیغام دے رہے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے اس عظیم اور وسیع پس منظر کے بعد ملتان شہر تہذیب و تمدن کا گہوارہ نظر آتا ہے۔ اور جنوبی پنجاب کا مرکزی شہر، مرکز ثقافت اور اسلامی علوم و فنون کا منفرد گھر دکھائی دیتا ہے۔ جنوبی پنجاب جہاں مزارات، درس گاہوں اور محلوں اور قلعوں کے ان گنت نقوش بھی ابھارتا ہے۔ مسجد بھونگ صادق آباد اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے منفرد ہے۔ بہاولپور کی مرکزی شہر کی مسجد اپنی وسعت اور خود کفالت کی نادر مثال ہے۔ ملتان کی عید گاہ مسجد جو گنبد اور خوبصورت تراشے ہوئے پتھروں پر نادر خطاطی کا وہ عکس پیش کرتی ہے جو گذشتہ کئی صدیوں سے اپنی آن بان سے قائم ہے۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اسلامی ورثہ کی پہچان بلندی رفعت، کشادگی ہے مسلمان اپنی مساجد اور ان کے کھلے صحن، سے رواداری، اخوت اور انسان دوستی کا جذبہ سیکھتا ہے۔ اور ہمیشہ کھلے دل و دماغ سے فیصلے کرتا ہے اور پستیوں کی بجائے بلندیوں کا سفر طے کرتا ہے۔

تیرے درو بام پر وادی ایمن کا نُور تیرا مینار بلند جلوہ گر جبریل

ملتان اپنے اسلامی ورثہ کے تناظر میں

ملتان کی قدامت اور عظمت کی تاریخ کی بہت سی کڑیاں روایات کے دھندلکوں میں روپوش ہیں تاہم محقق اور ماہر آثار قدیمہ نے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ ملتان روئے زمین پر گنتی کے ان شہروں میں سے ایک ہے جو گذشتہ ساڑھے پانچ ہزار برسوں سے مسلسل آباد ہے[۲]

ملتان ایک طرف سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب کے تہذیبی سنگم پر موجود ہے دوسری طرف بے پناہ تاریخی فکری ثقافتی ادبی اور فنی روایات کا ماخذ بھی ہے اس کا شمار دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ قدیم سنسکرتی ادب بھاگوت پران، یونانی مورخین، چینی، عربی، یورپی سیاحوں اور جدید ترین محققین کی فراہم کردہ معلومات اور بیانات کے مطابق ملتان موہنجو داڑو، ہڑپہ، بابل و نینوا کا ہم عصر اور ہمسر ہے۔[۳]

ملتان کی ابتدائی تاریخ میں اس کے کئی نام ہیں جیسے کشپ پور، ہنس پور، بھاگ پور، مول، استھان پورہ، مول استھان پورہ، مولتان اور پھر ملتان بن گیا۔ ارض ملتان کے مصنف شیخ اکرام الحق نے ملتان کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں لکھا ہے کہ [۴] فرزندان آدم نے جب زمین پر سکونت اختیار کی تو اس شہر کو میان کے نام سے آباد کیا۔ ہندوؤں کی دیو مالا کے مطابق اسے برھما کے لڑکے ہرنا گش پتی یا کشپ نے آباد کیا۔ اور اس کا نام کشپ پورہ رکھا۔ مولتان کا نام مالی استھان تھا اس لئے سکندر اعظم کے حملہ کے وقت ہندوؤں کی ایک شاخ مالی نام سے آباد تھی اور اس کی وجہ سے مالی استھان پڑ گیا۔[۵]

مہد آدم که قدسیاں دانند   جائے اصل است مولتان نامند

ملتان کے قدیم ناموں کے سلسلہ میں ہمارا سب سے معتبر ماخذ البیرونی ہے یہ فاضل مہندس اور ہیئت دان 973ء میں خیرہ میں پیدا ہوئے اور 1048ء میں غزنی میں وفات پائی۔ اسلام کے اس مایہ ناز فرزند نے سنسکرت زبان میں کمال حاصل کیا اور اس کی بدولت ہندوستان کے رسم و رواج، علوم و فنون اور طرز معاشرت پر لازوال تحقیقی کتاب الہند لکھی کہتے ہیں محمود غزنوی کے زمانے کا یہ مشہور

مورخ ملتان کا چرچا سن کر یہاں سنسکرت سیکھنے آیا تھا۔

البیرونی کتاب الہند میں ایک کشمیری مصنف اوپ نالا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ملتان مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ اور اوپ نالا کی رائے ہے کہ ملتان کا اصل نام کشپ پورہ تھا چونکہ یہ شہر بار بار بستا اور اجڑتا رہتا ہے اس لئے مختلف زمانوں میں یہ شہر ہنس پورہ، بھاگ پورا، سدب پور، مولستھان، پوھلادپور، اور مولتاون وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔[۷]

ملتان تاریخ میں ایک ایسا شہر ہے جو تواتر کے ساتھ اور بطور ایک Living City کے ہر عہد میں زندہ رہا ہے اور اپنے وجود کا اظہار کرتا رہا ہے۔

Multan stands out as one of the most ancient cities of the Sub Continent. His history mingle with pre history and facts embrace legends Multan how ever, is not known rich cultural heritage and historical land marks. The importance also lies in the mighty stride it has taken in kecont years in the field of development.

یہ بات بھی واضح ہے کہ گردش لیل و نہار کے باوجود[۸] اس شہر کی تاریخ نہ تو مسخ ہوئی اور نہ ہی تاریخ کے اوراق میں گم ہوئی ہے۔

ملتان عہد اسلام میں

اسلام سے پہلے ملتان کو جس طرح ایک ہندو میتھالوجی کے تحت ایک پوتر اور ایک پاکیزہ شہر کا نام دیا گیا اور ہندوؤں کی مقدس کتاب رگ وید میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل ملتان کی شجاعت اور استقامت سکندر اعظم کے لئے مہلک زخم ثابت ہوئی۔ برصغیر کے اس حصے میں اسلامی پرچم لہرانے والے غازی اسلام محمد بن قاسم 95ھ میں جن کا حوالہ چچ نامہ جو کہ ابتداء عربی میں 225ھ سے 400 کے درمیان تحریر ہوا۔ 613ء میں علی بن حامد کے ہاتھوں فارسی میں ترجمہ ہوا۔ اس حوالہ سے محمد بن قاسم نے سب سے پہلے اس بت کو پاش پاش کیا جس کی وجہ سے ملتان کو بیت الذھب

سونے کا گھر کہا جاتا تھا۔ یہ بت اس قدر اہم تھا کہ لوگ دور دراز سب یہاں آتے اپنے سر اور داڑھی کے بال منڈواتے اور یہ سمجھتے کہ مندر میں جو بت ہے وہ ایوب نبی کی تمثیل ہے۔(۱۰)

اس بت کے حوالے سے کئی عرب سیاحوں اور مصنفوں نے ذکر کیا ہے کہ جن میں البلاذری 279۔892ء نے اپنی شہرہ آفاق کتاب فتوح البلدان میں کیا ہے۔ امن وستہ 290ھ 902ء نے املاق النفسہ میں لکھا ہے کہ بت کی آمدنی تمام دیگر مالگزاری سے زیادہ ہے۔ اسی طرح القاسم ابن خودار دبہ 300ھ 912ء نے کتاب القاسم میں اس سنہری بت کا ذکر کیا ہے۔ جس کی داستانیں پورے برصغیر میں پھیلی تھیں۔ اور جسے ہندو نا قابل تسخیر سمجھتے تھے۔ المسعودی 303ھ 915ء نے اپنی کتاب مروج الذھب میں جو 330ھ 942ء میں لکھی گئی۔ لکھتا ہے کہ ہندو سندھ کے لوگ دور دراز سے ملتان کے بت کے پاس درشن کیلئے آتے تھے۔ سونا، چاندی، جواہرات، مشک، اور دیگر اشیاء نذرانہ کرتے تھے۔ اسی حوالے سے ابن مہمل 331ھ 942ء اصطخری 340ھ 942ء ابن حوقل 370ھ 980ء نے اپنے سفرناموں میں مقدسی 373ھ 985ء نے احسن التقاسیم اور ابن ندیم 377ء نے اپنی کتابوں میں اس بت اور بت کدہ کے حالات با لتفصیل بیان کئے ہیں۔ اتنے بڑے بت کو پاش پاش کرنا محمد بن قاسم اور ان کے ساتھیوں کا عظیم کارنامہ ہے اس سے ہندوؤں کا گھمنڈ اور زور ٹوٹ گیا اور اس بت کے ٹوٹنے کے ساتھ یہاں اسلامی فکر اور ثقافت کو فروغ ہوا۔ سفید پگڑی کا آغاز خالصتاً مسلمانوں کے طرز معاشرت کی عکاسی کا اظہار ہے۔

محمد بن قاسم نے 95ھ 711ء میں دو ہزار سوار کئی ہزار پیادہ سپاہ اور ایک منجنیق جس کا نام عربوں نے عروس بیان کیا ہے جس کو پانچ سو جوان چلاتے تھے۔ ساتھ لیکر حملہ آور ہوئے۔ سندھ میں دیبل اور سیوستان فتح کرنے کے بعد 713ء میں ملتان پہنچے اور شہر سے تین میل دور پڑاؤ رکھا۔ یہ مقام آج بھی قاسم بیلا کے نام سے موجود ہے اور عربوں کی مناسبت سے اس علاقہ میں کھجور کے درخت اور انار کے پودے اور باغ موجود ہیں۔ اور یہ پودے عربوں کے لائے ہوئے بیج سے پیدا ہوئے جو وہ کھجور کی گھٹلیوں اور انار کے دانوں سے یہاں لگائے۔ البلاذری اپنی کتاب فتوح البلدان میں لکھتا ہے کہ محمد بن قاسم نے اپنی مشہور منجنیق عروس دریائے راوی کے شمال میں نصب کر کے گولہ باری کی۔ دریائے راوی ان دنوں ملتان کے قریب سے بہتا تھا۔ جو آجکل ملتان سے قریباً 40 میل کے فاصلہ پر

عبدالحکیم ،تلمبہ کے پاس سے گزرتا ہے۔حاکم ملتان گوڑسنگھ جوراجہ داہر کا قریبی رشتہ دار تھا کشمیر بھاگ گیا اور ملتان فتح ہو گیا۔محمد بن قاسم نے دیپال پور تک پیش قدمی کی اور اس کا ارادہ پورے ہندوستان کو تابع اسلام کرنا تھا۔مگر اسے عرب واپس طلب کر لیا گیا۔(۱۱)

اسلامی عہد میں ملتان کا جو اسلامی تشخص اور اسلامی ورثہ سامنے آتا ہے۔اس کا ذکر کچھ یوں ہے۔

۱۔ 300 ھ میں المسعودی نے لکھا ملتان اسلامی حکومت کی بڑی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے۔ ملتان کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھ بیس گاؤں ایسے ہیں جو شمار میں آتے ہیں۔

۲۔ 340 ھ میں اصطخری نے ملتان کے بارے میں لکھا ہے کہ ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شہر پناہ ہے۔بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہے۔

۳۔ چوتھی صدی ہجری کے ابن حوقل نے ملتان کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ملتان کے تجارتی طبقہ کے لئے توجہ کا طالب ہے وہ لکھتا ہے کہ تجارت میں یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے۔

۴۔ 375 ھ میں ملتان آنے والے مؤرخ مقدسی نے لکھا یہاں بدکاری اور شراب نوشی نہیں۔خرید و فروخت میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں۔مسافروں کی خاطر کرتے ہیں۔

۵۔ اور پانچویں صدی ہجری میں البیرونی نے لکھا ہے کہ ملتان مرکز علم و دانش ہے۔

جہاں تک ملتان میں اسلامی ورثہ کا تعلق ہے اس کا ایک نمایاں پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ برصغیر میں ملتان کو اسلام کے حوالہ سے اس لئے اہمیت ہے کہ یہاں ایک مسلم سلطنت معرض وجود میں اس وقت آئی جب محمد بن قاسم نے یہاں قدم رکھے اور اسلامی تہذیب و تمدن کو پھیلنے کا موقعہ ملا۔اور ایک ایسا کلچر سامنے آیا جس میں رواداری ،وضعداری خلوص اور آنے والے مہمانوں کے ساتھ مروت، خاطر مدارت اور جاتے ہوئے انہیں تحفے ،تحائف سے رخصت کرنے کا رواج پیدا ہوا۔تنگ نظری و تعصب کی جگہ کشادہ نظری اور بلا امتیاز مذہب رنگ نسل ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا۔جس کا حوالہ درج ذیل میں آنے والے یہاں کے سیاحوں نے اپنی اپنی تصانیف میں موثر انداز سے ذکر کیا۔ان سیاحوں کا ذکر پرانی دستاویزات اور کتابوں سے لیا گیا ہے۔جو یہاں کی میونسپل کمیٹی کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

"The following travellers of who visited the city (Multan) and collected data for historical writings"

1. Magosthanest 4th century B.C
2. Hittan taang 641 century A.D.
3. Al. Biladuri 883 century A.D.
4. Astakhri 951 century A.D.
5. Abu Zaid 916 century A.D.
6. Masudi 957 century A.D.
7. Abu -ur Rehan Alburuni 970 century A.D.
8. Idrisi 1103 century A.D.

10. Ibn - Batuta 1334 century A.D.
11. Kazwini 1275 century A.D.
12. Thavenot (French) 1687 century A.D.
13. Still and Grewther 1676 century A.D.
14. Elphinstone 1808 century A.D.
15. Masson 1827 century A.D.
16. Lunningham 1853 century A.D.

Multan is one of the most ancient cities of the World. Its history and culture is a matter of pride for the entire Indo pakistan sub. Continent.

The famous city of Multan, identifiable with the capital of the Mali conqured by Alexander.(۱۲)

ملتان قدیم الایام سے اہم شہر چلا آیا ہے۔ یہ جنوبی ایشیاء کا قدیم ترین شہر ہے۔ کیونکہ

پو ہلاد کے والد راجہ ہرنا کشپ کا زمانہ طوفان نوح کے قریب بتایا جاتا ہے۔ کشمیران دنوں ایک بڑی جھیل کی صورت میں تھا اور ملتان کا عمل و دخل کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔ راجہ ہرنا کشپ نے بارہ مولا کے مقام پر ایک پہاڑی کو کاٹ کر اس کا راستہ نکالا اس لئے راجہ کا نام پر ہی وادی کا نام کشپ پور پڑا۔ جو امتداد زمانہ سے کشمیر بن گیا۔ کشمور جو جنوبی پنجاب کی آخری سرحد اور سندھ کا معروف شہر ہے۔ یہ اسی راجہ نے آباد کیا۔ کشپ مور سے کشمور بن گیا۔ (۱۳)

ملتان صدیوں کے آئینہ میں

یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ملتان صدیوں کے آئینہ میں ایک طرف سندھ، پنجاب کشمیر تک اپنے نظم ونسق سے مربوط نظر آتا ہے۔ اور اس کے اثرات نہ صرف عرب و عجم اور ایشیائے کوچک تک پھیلے ہوئے ہیں آج بھی سنٹرل ایشیاء میں سمرقند، بخارا، تاشقند میں ایسے مقامات یا سرائے موجود ہیں جو ملکی طرز تعمیر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اور ملتان کی اسلامی ثقافت کی علمبردار ہیں۔ ملتان کے کاخ وکو، قدیم اسلوب کی حامل عمارتیں فصیلیں، خانقاہیں، مسجدیں اور بالخصوص قلعہ کہنہ (محمد بن قاسم باغ) کی تہوں کے نیچے صدیوں سے ایسی تہذیبی چنگاریاں سلگ رہی ہیں جو آتش رفتہ کا سراغ دیتی ہیں۔ ملتان میں رائج فنون مفیدہ میں کاشیگری، چوب کاری، سنگ تراشی، شیشہ کاری، قالین بافی، ظروف سازی، کنگری، مصوری، خطاطی، موسیقی اور صحافت کے قدیم نسخے غیر مطبوعہ قلمی دستاویزات اس شہر کے علمی دفینوں اور ذہنی خزینوں کا پتہ دیتے ہیں۔ ارتقاء کا یہ عمل کسی اتفاقی حادثہ کا مرہون منت نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے صدیوں کے انسانی تجربات کارفرما ہوتے ہیں۔ انسانی سوچ اور مساعی کا ثمرہ جہاں روایات تک قائم رکھتا ہے۔ وہاں امکانات کو بھی منکشف کرتا ہے۔ ابتدائی انسانوں نے جو عظیم ورثہ اپنی آئندہ نسل کو منتقل کیا ہے اتنے سالوں نے اس میں اضافہ کیا اور اس طرح قدیم اور جدید کے ملاپ سے ملتان کے اسلامی ورثہ کو ایک نئی تحریک ملی۔

رشید احمد صدیقی نے کیا معنی خیز بات کہی ہے کہ انسانی ذہن اپنے کارنامے پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور ان کارناموں میں نہ پناہ لیتا ہے اور نہ ہی ان کو پناہ دینے کی خواہ مخواہ کوشش کرتا ہے اچھے اور برے کارنامے اپنی حفاظت خود کرتے ہیں۔ (۱۴)

ملتان اپنی تاریخ اہمیت اور جغرافیائی فضیلت کی وجہ سے برصغیر کا منفرد شہر ہے۔جس نے اپنی زندگی میں کئی ادوار دیکھے ہیں۔منگولوں کے حملے،عرب وعجم کے قافلے کئی حکمرانوں اور کئی مہربان اس شہر کی تعمیر اور تخریب میں کوشاں رہے ہیں گردش ماہ وسال کے باوجود اس سرزمین کا کچھ نہیں بگڑا۔آج کا ملتان انہیں پرانی قدامتوں کا امین ہے۔اس کے سات دروازے آج بھی قائم ہیں۔سات دریاؤں کی سرزمین اور سات دروازوں کا شہر اپنی قامت اور عظمت کا اظہار کرتا ہے۔

قبور نوگزہ

ملتان کے اندرون محلوں میں عرب عہد کے آثار آج بھی موجود ہیں۔75ھ 712ء ملتان میں مختلف جگہوں پر لمبی قبریں بنی ہوئی ہیں۔جنرل کنگھم نے 1853ھ میں پندرہ کے قریب شمار کیں۔ان کی لمبائی 9 گز سے 18 گز تک پائی گئی۔ان میں سے چند اب تک موجود ہیں۔دہلی دروازہ کے باہر پیر گوہر سلطان کی قبر بارہ گز لمبی ہے اندرون پاک گیٹ دروازہ محلّہ جال ویڑھا شیخ موسیٰ کی قبر نوگز ہے۔بوہڑ دروازہ کے اندر محلّہ درکھان میں پیرادہم کی قبر اور محلّہ عام میں ایک اور قبر اس طرح نوگز لمبی ہے۔یہ قبریں احترام کے طور پر لمبی بنائی گئی ہیں اور یہ قبریں محمد بن قاسم کے ہمراہیوں کی ہیں جو آج بھی موجود ہیں۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ کئی شہیدوں کی یہ اکٹھی قبریں ہیں۔

مزار حضرت شاہ یوسف گردیز

یہ مزار فن تعمیر کے عمدہ ترین مظاہر میں سے ایک ہے۔فنی طور پر مقبرہ ہموار چھت،آٹھ انچ لمبی اور سوا انچ لمبی اور دو انچ موٹی اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔دروازہ کے اوپر چھت کو سہارا دینے کیلئے اینٹوں کا قوس نما محراب ہے جو اسلامی تعمیری صلاحیتوں کا خوبصورت اظہار ہے۔

روضہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی

یہ جنوبی ایشیاء کے قدیم مقبروں کا عکس پیش کرتا ہے۔یہ گنبد کئی میلوں سے ارادت مندوں کو خوش آمدید کہتا ہے۔[۱۵] مقبرہ ساڑھے نوفٹ کی بلندی پر تعمیر ہوا ہے۔مقبرہ کا اندر کا حصہ 53 مربع فٹ ہے۔سوالیگزینڈر کنگھم کے مطابق یہ یہ مقبرہ1848ء انگریزی حملہ کے دوران مسمار ہوا اور از سرنو مرمت ہوا۔آگ سے پکائی ہوئی ۸ سے ۱۰ انچ لمبی اور تین انچ کے قریب موٹی مقامی ساخت کی

اینٹوں سے بنا ہوا ہے جو بعد میں مغل دور کی اینٹوں سے کچھ موٹی ہیں۔ شہتیر نما چوبی ٹکڑے کونوں میں مضبوطی پیدا کرنے کیلئے لگائے گئے ہیں۔ دروازوں اور ان کے اوپر دریچوں پر اسی قسم کے چوبی ٹکڑے تہ بہ تہ مختلف اونچائیوں میں نصب کئے گئے ہیں جن سے سطح سطور کا دلاویز نقشہ پیدا ہو گیا ہے۔ مقبرہ کے اندر صدر دروازہ کی لکڑی پر آیۃ الکرسی خط نسخ میں نمایاں طور پر کھودی گئی ہے۔ چوب کاری میں کاریگروں نے صرف اسلامی یا ایرانی روایات کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ اپنی صلاحیتوں اور عمدگی خیال سے اس میں مزید اضافہ کر کے اسلامی ورثہ کو مضبوط بنایا ہے۔

روضہ شیخ حضرت رکن عالمؒ

حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین حضرت شیخ صدرالدین کے بیٹے اور حضرت بہاءالدین کے پوتے تھے۔ (۱۶) ان کا مزار عالمی معیار پر اور پرنس کریم آغا خان سے عالمی سطح پر ایوارڈ حاصل کر چکا ہے۔ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے پوتے حضرت شاہ رکن عالم کا یہ مزار فیروز شاہ تغلق نے خود اپنے لئے بنوایا تھا مگر بعد میں عقیدتاً حضرت شاہ رکن عالم کی ذات کو وقف کر دیا۔ یہ ہشت پہلو بنیاد کا آثار ۱۳۱ فٹ ۶ انچ اور اندرونی قطر ایک فٹ ۱۹ انچ بیرونی ۹۲ فٹ ہے۔ دیواروں کی اُونچائی ۱۴۱ فٹ ۴ انچ اور موٹائی ۱۳ فٹ ۳ انچ ہے۔ یہ دیواریں زاویہ پر ترچھی مخروطی ستونوں سے جو اندر کی جانب دیواروں سے نکلے ہوئے ہیں خشتی دندانوں سے جکڑے گئے ہیں۔ مستحکم ہیں عمارت دو مثمن منزلوں میں ہے۔ بالائی منزل کا قطر ۲۵ فٹ ۸ انچ اور اونچائی ۲۶ فٹ ۱۰ انچ ہے جس سے پہلی منزل کے اختتام پر ایک تنگ راستہ چاروں طرف گھوم گیا ہے۔ تمام عمارت کامل قوس کے قصبہ سے مزین ہے جس کی گولائی ۵۸ فٹ ہے۔ سالم عمارت تین فٹ کو سی سمت ۱۱۵ فٹ بلند ہے۔ اور قبہ کے اوپر ایک پایہ پر ہلالی نشان نصب ہے۔ حضرت شاہ رکن عالم کا مقبرہ اپنے حسن و جمال میں اس قدر منفرد ہے کہ اسے دیکھنے والے ورطہ حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے کے مسلمان معمار فن تعمیر میں اس قدر مہارت رکھتے تھے اور انہیں اس قدر علم تھا کہ کسی عمارت کو زلزلہ یا زمین کی اندرونی تبدیلی یا کسی اور تبدیلی کے عمل کے باوجود کوئی شگاف یا دراز نہ پڑے اور نہ ہی عمارت کی صورت مسخ ہو۔

حالانکہ حضرت شاہ رکن عالم کا گنبد محض Claymud سے تعمیر کیا گیا اور کہیں بھی کوئی سیمنٹ استعمال نہیں ہوا۔ نامور محقق ڈاکٹر احمد نبی خان اس عمارت کے بارے لکھتے ہیں۔

"رکن عالم کے مزار ذیشان کا اسلوب اس قدر دیرپا اور ہمہ گیر ثابت ہوا کہ ماہ و سال کی تبدیلیاں اس کی مقبولیت کو کسی طرح متاثر نہ کرسکیں حتی کہ مغل دور کا طرز تعمیر بھی خاصے عرصے تک اپنی باریکیوں اور رعنائیوں کے باوجود اس طرز پر حاوی نہ ہوسکا۔"(۱۷)

فن تعمیر کے اس اسلامی نمونے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس پر خطاطی میں قرآنی آیات کو اس طرح کندہ کیا گیا ہے کہ دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ آج کی جدید لیزر پرنٹنگ بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ لکڑی، اینٹوں، پتھروں پر یہ تحریریں محرابوں اور دریچوں پر بیل بوٹے، فیروزی اور نیلے رنگ کی اینٹیں، کاشی گری کے نمونے اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ فن پہلے برصغیر میں نہیں تھا۔ جسے مسلمانوں نے آباد کیا۔ روضہ کے ہلالی نشان بھی اس امر کی عکاسی کرتے ہیں۔ جو ترک سلجوتوں نے اولاً اپنایا تھا۔ شہر کی سطح زمین سے روضہ کا بالائی نکتہ 153 فٹ ہے۔ جو بلندی نظارہ افروز اور شکوہ پروری کا منظر ہے۔

منقش اور منبت لکڑی کے ٹکڑے جو دیواروں پر مختلف جگہوں پر نصب ہیں تراشیدہ اینٹیں بھر پور رنگ کی خوشنما ٹائلیں خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہیں۔ سارے برصغیر میں یہ عمارت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں لکڑی کا بے حد استعمال ہوا ہے اور وہ یہ کہ لکڑی نیم کے درخت کے پانی سے دیمک سے محفوظ بنائی گئی ہے۔ برصغیر کا یہ واحد مقبرہ ہے جس میں لکڑیوں کے شہتیر کام میں لائے گئے ہیں۔ اور اس کا معمار ایک ایسا ماہر لگتا ہے جسے علم فلکیات، ریاضی، ٹوگنومیٹری اور فزکس کے قوانین پر کماحقہ عبور تھا۔

یہ طرز تعمیر بہاولپور کے اوچ شریف کے مزار مائی جوندہ سے مشابہت رکھتی ہے اسی طرح ملتان میں سورج میانی کے مقام پر حضرت علی سلطان اکبر کے مزار کی بھی مشابہت ہے۔

ملتان اسی طرح کی کئی دیگر عمارات کا مرکب ہے یہاں مساجد و مقابر کی صورت میں اسلامی ورثہ کو محفوظ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے ملتان میں منقش ٹائلیں یا ٹائل ورک جو زیادہ تر GlazedTile سے منسوب ہے۔ نیلی روغنی اینٹیں اصفہاں اور آذربائیجان کے علاقوں میں پائی

جانے والی عمارتوں سے بھی انہیں تعلق ہے۔(۱۸)

مقبرہ شاہ شمس سبزواریؒ

ملتان میں اسلامی ورثہ فن تعمیر اور خطاطی کا نادر نمونہ ہے۔سید شمس الدین احمد سبزواریؒ 675 ھ بمطابق 1276ھ میں ہوئے اور اپنی قیام گاہ کے قریب دفن ہوئے۔ان کا مزار سبز مونگیہ رنگ کی 35 فٹ طول اور 35 فٹ عرض کی خوبصورت عمارت ہے۔سبز رنگ کی اینٹیں نیلی اینٹوں کی طرح ایک الگ ذوق تعمیر ظاہر کرتی ہیں۔اسی طرح ملتان میں دربار حضرت پیر موسیٰ پاک شہید روضہ حضرت حافظ محمد جمال آثار قاضی قطب الدین کا شانی اور اسی طرح دیگر مضافات میں آباد مزار جن میں حضرت خالق ولی جن کا مزار خطی چور علاقہ میں ہے۔اس طرح دیگر مزارات میں مولانا احمد سعید کاظمیؒ ،مولانا حامد علی خان اور حضرت چادر والی سرکار جدید و قدیم تعمیرات کالا ثانی شاہکار ہیں۔(۱۹)

مساجد کی صورت میں اسلامی ورثہ

مسجد نبوی دُنیا بھر کی مساجد میں منفرد قابل ذکر اور قابل فخر ہے۔اس طرح دیگر ممالک میں جن میں سوڈان کی مساجد جامعہ سوڈان اندلس (سپین) کی جامعہ قرطبہ،مراکش میں فیض مسجد الجزائر میں مسجد المنصور،تیونس میں جامعہ مسجد قیروان،مصر میں مسجد عمر بن العاص،قاہرہ،جامعہ الازہر،شام کی مسجد مسجد عمر بصرہ،جامعہ مسجد دمشق،ترکی میں جامعہ مسجد بوصہ ایران میں جامعہ مسجد اودستان،جامعہ مسجد اصفہان،بھارت میں جامعہ مسجد احمد آباد،جامعہ مسجد فتح پور سیکری،جامعہ مسجد دہلی مقبوضہ کشمیر میں جامعہ مسجد سرینگر،اور اسطرح پاکستان میں لاہور میں مسجد وزیر خان،بادشاہی مسجد،اس طرح سندھ میں جامعہ مسجد ٹھٹھہ اور ملتان میں مسجد عید گاہ جسے ملتان اور لاہور کے صوبیدار نواب عبدالصمد خان نے 1735ء میں تعمیر کرایا۔مسجد کا محراب دالان اس قدر لمبا ہے کہ مسلمانوں کی فراخدالی۔کشادہ نظری اور رفعت و بلندی کی عکاسی کرتا ہے۔کوٹلہ تغلق خان میں "ساوی مسجد،روغنی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے۔اسی طرح مسجد علی محمد خان جو 1758 میں تعمیر ہوئی۔سب سے قدیم مسجد محمد بن قاسم کی ہے جو 95ھ 711ء میں تعمیر ہوئی مسجد خدکہ چوک فوارہ،مسجد پھل مٹاں والی،اور اب جامعہ زکریا انتہائی دیدہ زیب ہے۔

اسلامی طرز تعمیر،معاشرت اور بود و باش نے ملتان اور اس کے مضافات کو بے حد متاثر کیا

ہے۔افراد کے دلوں میں مذہب کا لگاؤ، روحانیت سے وابستگی مدینہ اولیاء ہونے کا اعزاز اور بزرگان دین کی شاعری نے انہیں انسان دوست بنا دیا ہے آزاری مردم، خلق بیزاری، یہاں نہیں دکھائی دیتی۔ بزرگان دین نے جس لگن خلوص سے یہاں توحید ورسالت وروحانیت عشق رسول اوراحترام اولیائے عظام کا درس دیا ہے یہ اس کا اعجاز ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں۔(۲۰)

فریدا میں نوں مار کے منج کرکے کٹ　　بھرے خزانے رب دے جو بھارے سولٹ

اسی طرح:

فریدا روٹی میڈی کاٹھ دی لاون میڈا بکھ　　جنہاں کھادی چوپڑی ڈاھڈا کھا سن دکھ

اس طرح حضرت امیر خسرو نے سرزمین ملتان میں جو کلام لکھا وہ انہی فضاؤں کا اثر محسوس ہوتا ہے۔

زحال مسکین مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاناں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

ان کا مشہور شعر جو انہوں نے ملتانی (سرائیکی) زبان سے متاثر ہو کر لکھا

منکہ بر سر نہ نہادہ بودم گل　　تو برہ بر سرم نہاد و گفتا جُل

یعنی میں نے کبھی پھول بھی اپنے سر پر نہیں رکھا تھا۔مغلوں نے توبرہ میرے سر پر رکھ دیا اور کہا جُل یعنی یہاں سے چلے جاؤ۔ توبرہ اور جُل خالص سرائیکی الفاظ ہیں۔اس سرزمین میں خواجہ غلام فرید نے اسلامی ورثہ کو اپنی شاعری میں سمویا۔

ھن تھی فریدا شاد دل مونجھاں کوں نہ کر یاد دل
جھوکاں تھسن آباد وَل نے نہ واسی ھک منڑیں

اس کلام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کامیابی کی نوید کا اشارہ ہے۔ اسی طرح حافظ حضرت جمال میاں نصیر الدین خرم، مولانا عبدالعزیز ملتانی کے نامور فرزند اسد ملتانی کا ایک خوبصورت شعر جو اسلامی ذکر اور ورثہ کا بھرپور اظہار ہے۔

اے ویلا نور حضور دا ہے　　گھر گھر جلوہ کوہ طور دا ہے
اٹھی غافل نندر نہ پیاری کر　　اٹھی رب دی خدمت گاری کر
اٹھی روزے دی تیاری کر　　تھیا ویلا نور اسحور دا اے

اے ویلا نور حضور دا ہے

منشی غلام حسن شہید جو ملتانی زبان میں گامنڑ کا تخلص کرتے تھے ان کے دوہڑے رموز زندگی اور مقصد حیات کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ انہی میں سے اک دوہڑا پیش ہے۔

جسے میں آپ توں باہر گولاں وت اندر کون سانڑا　　جسے میں اپڑیں اندر ڈیکھاں وت مقید جانڑا
سب کچھ توں ہیں سب وچ توں ہیں سب تو پاک پچھانڑا　　میں وی توں، تو وی توں ہیں گامنڑ کوں نمانڑاں

یعنی اے خداوند کریم نبوی ذات میرے اندر ہے مجھے اسے باہر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو ہی سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں بھی تیرا بندہ ہوں اور تو ہی میرا مالک ہے۔

ملتان کا مزاج اسلامی رنگ میں ڈھلا ہے۔ اس لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے کیا فرمایا۔

ملتان ما بہ جنت اعلیٰ برابر است　　آہستہ پابنہ کہ ملک سجدہ می کنند

مگر عوام کی زبان پر یہ شعر زیادہ شہرت اختیار کر گیا۔

چہار چیز است تحفہ ملتان　　گرد گرما گدا و گورستان

مگر اب ملتان لاہور کے موسم کے برابر ہے کبھی لاہور کا تعارف ملتان تھا جیسے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ نے اپنے کسی عزیز کو خط لکھا تو لاہور کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

بلدہ لاہور در مضافات ملتان است[۲۱]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاہور حضرت داتا گنج بخش کے دور میں ابھی ملتان کے مضافات میں واقع ایک بستی تھا۔

اسلامی تہذیب کا اولین گہوارہ اور باب الاسلام ہونے کا اعزاز ملتان کو اس لئے بھی ہے کہ یہاں محمد بن قاسم کی قائم کردہ اسلامی ریاست کے نقوش گہرے ہوتے چلے گئے۔ ہندوستان جو ذات پات کی طبقاتی تقسیم میں الجھا ہوا تھا اسے پہلی دفعہ محسوس ہوا کہ جو بھی شخص اسلام قبول کرتا ہے وہ ہمہ گیر اخوت کے رشتہ میں پرو یا جاتا ہے۔ اور پوری اسلامی امہ کا فرد بن جاتا ہے۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد جس تیزی سے برصغیر میں اسلام پھیلا اس کا سہرا ابھی ملتان کے سر پر بجتا ہے یہاں ٹھٹھہ سے لے کر ملتان تک اور پھر دہلی تک اسلام کی جو مربوط شکل نظر آتی ہے اس کا سرچشمہ ملتان ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ ساوا، ساٹرا، بنگال، کشمیر، انڈونیشیا، ملائیشیاء اور مشرق بعید اور مشرقی جنوبی ایشیاء میں اسلام کو تاجروں کی معرفت پھیلا اور آج وہاں اسلام کی بالادستی نظر آتی ہے۔ ملتان کی وجہ سے عربی اور ایرانی علماء کی وجہ سے یہاں فارسی نے خوب علمی ماحول کو جنم دیا۔ ملتان میں آج بھی ایسے شعرائے کرام موجود ہیں جو عربی فارسی میں شعر کہتے ہیں۔ اور ان کے کلام کی اثر پذیری کو عرب و عجم کے حکماء بھی تسلیم کرتے ہیں۔[۲۲]

سرزمین ملتان وہ سرزمین ہے جہاں غوث، قطب، شیخ الاسلام، علمائے کرام، فضلاء، اور اولیائے کرام کے مدرسے موجود ہیں۔ علم و دانش کے میکدے آباد ہیں فکر و نظر کے آستانے موجود ہیں۔ مدینتہ الاولیاء ملتان اسلامی ورثہ کا باب اول ہے، اساس پاکستان ہے اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان کا دل ہے اور مسلمانوں کے ذہن اور عمل کا منفرد شاہکار ہے۔

کتابیات

۱۔ اقبال علامہ، بال جبریل۔الفیصل ناشران لاہور۱۹۹۴ء

۲۔ ابن حنیف، سات دریاؤں کی سرزمین، کاروان ادب ملتان صدر اکتوبر۱۹۸۰ء صفحہ ۱۵

۳۔ ایضاً ص ۲۰۷

۴۔ عبدالرحمٰن خان منشی، تاریخ ملتان ذیشان، عالمی ادارہ اشاعت۔علوم اسلامیہ۱۹۸۵ء ص ۲۹

۵۔ اکرام الحق شیخ، ارض ملتان، شعبہ نشرواشاعت الاکرام ملتان سال ۱۹۷۲ء

۶۔ عتیق فکری علامہ، نقش ملتان، جلد اول فکری اکیڈیمی طبع اول جنوری ۱۹۸۲ء

۷۔ بدر کرم الٰہی، تاریخ ملتان۔امتزاج پبلیکشنز لاہور ۱۹۷۸ء ص

۸۔ ایضاً

۹۔ اکرام الحق شیخ، ارض ملتان، صفحہ ۲۸

۱۰۔ ایضاً ص ۴۷

۱۱۔ تاریخ وثقافت شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستان بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۱۹۸۱ء ص ۳۴

۱۲۔ نور خان فریدی مولانا۔ملتان میں امیر خسرو کے پانچ سال یکے از مطبوعات پیکجز لمیٹیڈ فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۸

۱۳۔ تحقیق نامہ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج لاہور۔ زاہد پرنٹرز لاہور ۹۲۔۱۹۹۱ء

۱۴۔ نوراحمد ریدی مولانا، تذکرہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی۔ محکمہ اوقاف پنجاب بادشاہی مسجد لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۹

۱۵۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم صوفیہ۔ نفیس اکیڈیمی کراچی کو ۱۹۸۷ء ص ۳۰۵

۱۶۔ اولاد علی گیلانی سید۔ مرقع مولتان۔ ۱۹۳۸ء ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان۔

۱۷۔ سیارہ ڈائجسٹ۔چودہ صدیاں نمبر۔ فروری مارچ ۱۹۸۱ء جلد ۳۴ شمارہ ۲۰ ص ۲۱۸

۱۸۔ ارض ملتان صفحہ ۳۱۶۔

۱۹۔ ایضاً ص ۳۲۹

22. Crafts of the Punjab, Vol II Multan. A publication of Punjab Small Industries Corporation. 1988

۲۰۔ طاہر محمود کوریجہ۔ خواجہ خواجہ فرید اور ان کا خاندان۔ الفیصل پرنٹرز لاہور ۱۹۹۶ء

۲۱۔ روزنامہ امروز ملتان کا سپلیمنٹ ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء

۲۲۔ اسلامی ورثہ۔ ادارہ تالیف و ترجمہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔